

# سیرازی سیرازی سیرازی

پریولیس کا عبدالرزاق عرف ”گو نگلو“ ہاتھ میں ایک پرچہ لہراتا ہوا، آندھی اور طوفان کی طرح بھاگتا ہوا کلاس روم کی طرف آ رہا تھا۔ اور راستے میں وہ کوریڈور مڑتے ہی وہ شائستہ عرف ہری مرچ سے بری طرح ٹکرایا، ہری مرچ کے منہ سے نکلنے والی چیخ نے بہت سارے اسٹوڈنٹس کو مڑ کر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ ہری مرچ کی منھی مینی سی سرخ ناک جو نزلے کی وجہ سے اکثر سرخ رہتی تھی اور اس پر دھرا غصہ جس کی وجہ سے اسے ہری مرچ کا خطاب ملا تھا۔ اس وقت بھی غصے اور اشتعال سے سرخ ہو چکی تھی۔

”منحوس گو نگلو! کیا اندھے ہو گئے ہو؟“

## تلاش و دلچ

”آنکھوں میں موتیا اتر آیا ہے کیا؟“

”اور یہ کیا ”سانڈ“ کی طرح میرے سامنے ”دیوار چین“ بن کر کھڑے ہو گئے ہو، پیچھے مڑتے ہوئے ہری مرچ کا غصہ کسی طور کم ہونے کو نہیں آ رہا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو گو نگلو اس اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا لیکن اس وقت اس کا سارا دھیان پیڑھیوں کی طرف تھا، جہاں ریتیک روشن اپنی لمبی لمبی ٹانگوں کے ساتھ بھاگتا ہوا انتہائی خوف ناک تاثرات کے ساتھ ادھر ہی آ رہا تھا۔

نام تو ریتیک روشن کا اصل میں نعیم چوہدری تھا مگر اپنے کمزور جسم، بے تحاشا لمبے قد اور موٹی موٹی آنکھوں کی وجہ سے اسے پوری کلاس نے ریتیک روشن کا نام دے رکھا تھا۔

گو نگلو اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر ایک دفعہ پھر خوف زدہ ہو کر بھاگا تھا اس کی تمام تر توجہ ہاتھ میں پکڑے





کافذ کی طرف تھی۔  
 ”تھہر جا! کم بخت گونگو! تجھے اللہ کرے ہیضہ ہو جائے۔“  
 ”تیرے دانتوں کا کیر لگے۔“  
 ”تو موبائل میں پانچ سو کا کارڈ ڈلوائے وہ خالی نکلے۔“  
 ”سر کاظمی کے ٹیسٹ میں فیل ہو جائے۔“  
 رتیک روشن کو ریڈور میں بھاگتے ہوئے عورتوں کی طرح بددعاؤں پر اتر آیا تھا اور اس کی آخری بددعا تھوڑی سی ردوبدل کے ساتھ اسی وقت پوری ہو گئی جب گونگو کو ریڈور سے مڑتے ہوئے سر کاظمی سے بری طرح ٹکرایا۔  
 ”لاحول ولا قوۃ! کیا جنگلی بھینسے کی طرح بھاگتے پھر رہے ہو؟“ سر کاظمی اپنے سر کو بری طرح سہلاتے ہوئے غصے سے بولے۔ کو ریڈور میں بکھری ان کی کتابیں اور نوٹس ہری مرچ نے جلدی جلدی اٹھا کر دیے اور نمبر بڑھانے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔  
 ”تھینک یو! تم ایک اچھی لڑکی ہو۔“ پروفیسر کاظمی غصے میں بھی اخلاقیات نہیں بھولے تھے اور ان کے منہ سے تعریفی کلمات سن کر لال سرخ ہوتی ہری مرچ کو گونگو نے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔  
 سر کاظمی نے کتابیں ہاتھ میں پکڑتے ہی غصے اور ناگواری سے گونگو اور رتیک روشن کو دیکھا، رتیک کی بے چین نظریں گونگو کے ہاتھ میں پکڑے کافذ پر تھیں وہ اچک اچک کر اسے لینے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ پروفیسر کاظمی نے ہاتھ بڑھا کے گونگو سے کافذ چھینا اور وہیں کھڑے کھڑے دونوں کی شان میں جو کلمات کہے وہ ساری پریولس اور فاسٹل نے اپنے گناہ گار کانوں سے خود سنے۔  
 سر کاظمی وہ اشتعال انگیز برچہ بطور ثبوت ہاتھ میں پکڑے کلاس روم میں داخل ہوئے تھے پوری کلاس کے لیے اپنی مسکراہٹوں کو چھپانا انتہائی دشوار ہو رہا تھا۔  
 ہری مرچ اپنے سبز رنگ کے بڑے بڑے پھولوں والے پرنٹ کے سوٹ میں بڑے فخر سے کلاس روم

میں داخل ہوئی تھی جبکہ رتیک روشن اور گونگو کے چہرے کے سارے فیوز اڑے ہوئے تھے۔  
 پروفیسر کاظمی نے اپنی آنکھوں پر لگی عینک کو اتار کر شرٹ کی ایک جیب میں رکھا جبکہ دوسری جیب سے دوسرا چشمہ نکال کر پہلے نشوونما سے صاف کیا اور پھر آنکھوں پر لگا کر گونگو سے برآمد شدہ پرچہ اپنی آواز میں پڑھنا شروع کر دیا۔  
 پرچہ مشاہدات کل نمبر 33 وقت لامحدود کامیابی کے نمبر۔  
 نوٹ: کمرۃ امتحان میں غیر ضروری مواد مثلاً ”پنسل، قلم، دو اتالے جانے کی اجازت نہیں“ البتہ ”بندوق“ ریو اور پستول کے ساتھ نقل لے جاسکتے ہیں۔  
 پہلا سوال لازمی چھوڑ دیں باقی اپنی ذہنی صلاحیت اور نقل کے مطابق حل کریں۔  
 سوال نمبر 1: بے وقوفی سے کیا مراد ہے؟ تجربات کی مدہم روشنی میں وضاحت کریں۔  
 سوال نمبر 2: کشش شکل سے کیا مراد ہے؟ اپنی شکل آئینے میں دیکھ کر وضاحت کریں۔  
 سوال نمبر 3: سر کاظمی کے فضول اور بورلیکچر کے دوران طلبہ و طالبات کے ذہن پر پڑنے والے برے اثرات پر جامع اور مفصل نوٹ لکھیں۔  
 سوال نمبر 4: میڈم عمارہ کی تنخواہ اور۔ ان کے جدید فیشن کے اخراجات کا موازنہ کریں؟  
 سوال نمبر 5: آسمان سے گرا، بھجور میں اٹکا کس نے دیکھا؟ دوستوں سے پوچھ کر بتائیں۔  
 سوال نمبر 6: لڑکے اور لڑکیوں کی کمیونیکیشن بڑھانے میں موبائل فون کے کردار پر روشنی ڈالیں۔  
 سوال نمبر 7: سگریٹ نوشی کے فوائد پر تفصیل سے نوٹ لکھیں۔  
 ”یہ کیا ہے؟“ سر کاظمی نے غصے سے پرچہ فضا میں لہرایا اور بیسیبی نظروں سے گونگو کی طرف دیکھا جس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔  
 ”سرا! یہ میرا نہیں ہے میں نے تو رتیک اوہ سوری نعیم سے چھینا ہے۔“ گونگو نے اپنے سر سے فوراً بلا

کر کر نعیم کے سر ڈالی جس نے انتہائی خوف زدہ لڑکوں سے سر کاظمی کے اشتعال انگیز چہرے کو دیکھا تھا۔  
 ”سزایقین کریں مجھے تو خود اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، میں نے تو یہ دیوار پر لگا ہوا دیکھا تھا۔“  
 رتیک روشن کے بھونڈے جواز پر کلاس میں زوردار ہنسنے بلند ہوئے تھے۔ وہ جھل سا ہو گیا۔  
 ”توبہ اس پرچے کے نیچے دستخط اس دیوار نے خود کر دیے ہوں گے۔“ سر کاظمی کے طنزیہ لہجے پر رتیک روشن کے چہرے پر تشویش کے رنگ نمایاں ہوئے تھے۔  
 ”آپ ذرا میرے کمرے میں تشریف لائیں، باقی حال احوال آپ سے وہیں ہو گا۔“ سر کاظمی کے درشت الفاظ نے اس کی جان نکال دی تھی۔  
 ”جی سر!“ اس کی بمشکل آواز نکلی۔  
 اور تھیک بیس منٹ اور پندرہ سیکنڈ کے بعد جب وہ سر کاظمی کے دفتر سے نکلا تو پوری کلاس نے دیکھا تھا رتیک روشن کا منہ سرخ اور ٹانگوں میں سے آدھی جان تو نکل چکی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ کر آدھی کلاس کو تو اس سے خود بخود ہمدردی ہو گئی تھی۔  
 ”یار! کیا کہا“ ساجد درانی عرف سرکاری انے نے اپنے جگر یار کو خفت زدہ چہرے کے ساتھ آتے دیکھ کر پوچھا۔  
 ”کچھ نہیں، بس ابا جی کو فون کر کے میرے کارنامے پر روشنی ڈالی ہے“ اسانمنٹ میں صفر نمبر دیا ہے اور کلاس میں ایک ہفتے تک اپنی شکل نہ دکھانے کا حکم جاری کیا ہے۔“ رتیک روشن نے اس اور غمگین لہجے میں مختصراً بتایا۔  
 ”لو بیس منٹ تک وہ یہی باتیں کرتے رہے؟“ سرکاری انے کو یقین نہیں آیا تھا۔  
 ”اور تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟“ رتیک ایک دم اشتعال میں آ گیا تھا۔  
 ”نہیں یار! میں تو مذاق کر رہا تھا۔“ سرکاری انے

نے اپنی سبز عینک امار اس پر پھونک ماری اور بیس کے گھیرے سے صاف کرنے لگا۔ سرکاری انے کا ٹائٹل اسے اپنی مشہور زمانہ سبز رنگ کے شیشوں والی عینک کی وجہ سے ملا تھا جسے لگا کر وہ لڑکیوں کو تاڑتا تھا۔  
 ”یہ کم بخت گونگو کہاں ہے؟ میں اس کا منہ توڑ دوں گا۔ اللہ کرے اس موٹے کی شادی ہری مرچ کے ساتھ ہو جائے۔“ رتیک کی دھمکیوں اور بددعاؤں پر ہری مرچ نے احتجاجاً ”جی ماری تو رتیک کو اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن اس وقت تک کافی دیر ہو چکی تھی، ہری مرچ غصے میں اس کی شکایت کرنے پاؤں پٹپٹی ہوئی سر کاظمی کے آفس کی طرف چل پڑی تھی۔  
 رتیک کے چہرے کا رنگ ایک دم اڑا تھا۔ اور باقی کلاس کے لوگوں کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔ اس موقع پر مدر ٹریسا یعنی شگفتہ بانو نے عقل مندی دکھائی اور بھاگ کر ہری مرچ کا راستہ روکا تو رتیک کے چہرے پر کچھ سکون کے تاثرات نمودار ہوئے۔  
 ”آخر میرا کیا قصور ہے جو میری اس موٹے بھینسے کے ساتھ شادی ہو۔“ ہری مرچ پاؤں پیچ کر احتجاج کر رہی تھی۔  
 ”ہاں خود تو جیسے حسینہ عالم ہے نا بد مزاج ہری مرچ“ سرکاری انے نے بھی اپنا غصہ نکالا، مگر نسبتاً سرگوشی میں۔  
 ”بکو اس بند کر وہ پہلے ہی پہاڑی پر چڑھی ہوئی ہے۔“ رتیک روشن نے جھنجھلا کر اسے گوسا۔  
 ”کوئی بات نہیں مدر ٹریسا، معاملہ سیٹ کر لے گی“ سرکاری انے کو شگفتہ بانو کی صلاحیتوں پر مکمل بھروسہ تھا کیونکہ وہ خاصی حساس دل کی دوستانہ مزاج کی حامل لڑکی تھی اور ہر کسی کی پریشانی میں اس سے زیادہ پریشان ہونے کی وجہ سے پوری کلاس نے اس کا نام ہی مدر ٹریسا رکھ دیا تھا۔  
 ”یار! ویسے سر نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا، جو کہنا تھا خود کہہ لیتے، اب ابا جی کے ہاتھوں کون مجھے بیچائے گا۔ وہ تو پہلے ہی کہتے ہیں دفع مار بڑھائی کو اور



بے عزتی کے خوف نے پریشان کر رکھا تھا۔  
 ”ویسے یار! کہتے تو تم ٹھیک ہو، تمہارے ابا جی بے عزتی بھی تو ”رج“ کے کرتے ہیں، یاد ہے جب ہمارا ”چناب“ سے ٹپ لیٹ ہو گیا تھا۔ تمہارے ابا جی نے ساری بس کے سامنے تمہیں ناقابل بیان گالیاں دی تھیں۔ اور سرتویر کا بھی لحاظ نہیں کیا تھا۔“ ساجد عرف سرکاری اے نے یاد دلایا تو نعیم کا چہرہ خاصا سخت زدہ ہو گیا۔  
 ”بس یار! وہ تو بے بے کی وجہ سے اپا پریشان ہو گئے تھے، میں ہوں بھی تو اگوتا، تھوڑا نام اوپر نیچے ہو جائے تو اے اور بے بے دونوں کا پی ڈاؤن ہونے لگتا ہے۔“ نعیم نے گھبرا کر فوراً ”صفائی دی۔ پوری کلاس کی اب اس واقعے سے دلچسپی ختم ہو گئی تھی۔ اس لیے سب ادھر ادھر ہو گئے تھے۔

”بلال بھائی! کیا واقعی میرے ہاتھ میں لو میرج کی لائن نہیں ہے؟“ ”طوبی! کونہ جانے کیوں یقین نہیں آ رہا تھا اس نے انتہائی رنجیدہ لہجے میں پوچھا۔  
 ”جب کوئی ایسی لائن نہیں ہے تو کیا اب بلال بھائی خود نادیں، اب پیچھے کرو ہاتھ، صبح سے دکھا رہی ہو اب ہمیں بھی موقع دو ورنہ بریک ٹائم ختم ہو جائے گا۔“ ہری مرچ کو نہ جانے کیوں پھر غصہ آگیا تھا، اس وقت ان کا سارا گروپ ”سوشل سائنسز“ ڈپارٹمنٹ کے سامنے بنے ہوئے لان میں بیٹھا فاسٹل ایئر کے ”بلال رضا“ کو ہاتھ دکھانے کے حنغل میں مصروف تھا۔  
 ”تمہیں کیا تکلیف ہے اگر بلال بھائی میرا ہاتھ دیکھ رہے ہیں، دو منٹ سکون سے نہیں بیٹھ سکتیں، فوراً ہی ٹرژ شروع کر دیتی ہو۔“ ”طوبی! بھی بھڑک اٹھی تھی۔  
 ”مجھے کیوں تکلیف ہونے لگی، لیکن اگر لو میرج کی لائن نہیں ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور، اتنی مشکل سے تو بلال بھائی ہاتھ لگے ہیں اور تم سوڑھے کی طرح چمٹ کر بیٹھ گئی ہو۔“ ہری مرچ حسب عادت بھڑک اٹھی تھی۔

بلال بھائی کے ساتھ جڑ کر بیٹھ جاؤ اور دھالو اپنا چھٹانا بھر ہاتھ، جس میں صرف ڈیڑھ لائن ہے اور باقی صاف اور چٹا، جیسے تمہارا دماغ، طوبی! نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھ کر حساب برابر کیا۔  
 ”لو کیو! پہلے یہ لڑنا بند کرو بھائی، بھائی کی گردان بھی ختم کرو، ورنہ میں سب کی قسمیں پھیر دوں گا، حد ہو گئی پچھلے ایک گھنٹے سے، چاروں کی پسند کی شادی کروا چکا ہوں، اگر ایک آدھ کی نہیں ہو رہی تو وہ بندہ صبر کر لے، مگر ہماری قوم میں صبر کہاں؟“  
 بلال بھائی کے مصنوعی حنغل بھرے لہجے کو کسی نے بھی اہمیت نہیں دی۔ اور اسی افرا تفری میں گونگو بالکل شائستہ کے ساتھ جڑ کر بیٹھ گیا تھا اور شائستہ عرف ہری مرچ کو اس کا قطعاً ”احساس نہیں تھا ورنہ اب تک وہ اچھل کر دوڑ جا بیٹھتی۔  
 ”بلال بھائی! آپ پہلے مجھے بتائیں کہ میری شادی خاندان میں ہے یا خاندان سے باہر؟“ گونگو نے اپنا ہاتھ ہری مرچ کے ہاتھ کے بالکل اوپر رکھ دیا تھا۔  
 ”تمہارے ہاتھ میں شادی کی لکیر ہی نہیں ہے، اپنا منحوس ہاتھ پیچھے کرو۔“ ہری مرچ کو اس نامعقول حرکت پر غصہ آگیا تھا، بہت مشکل سے تو طوبی! کو وہاں سے اٹھایا تھا۔  
 ”بندے کی اگر شکل اچھی نہ ہو تو وہ بات اچھی کر لے، میری سابیوال والی پھپھی زبیدہ کا رشتہ لے کر پچھلے چار روز سے ہمارے گھر دھرتا مارے بیٹھی ہے۔ اور تم کہتی ہو کہ لائن نہیں۔“ گونگو نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔  
 ”تمہاری پھپھی کا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟ یا پھر اس کی سوتیلی بیٹی ہے کوئی؟“ ہری مرچ نے سراسر چڑایا۔  
 ”میری پھپھی کا دماغ خراب نہیں بلکہ تمہارا دماغ خراب ہے جو ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو اور اپنی عینک صاف کرو تاکہ تمہیں واضح نظر آنے لگے۔“ گونگو کون سا کسی سے کم تھا۔  
 اس لڑائی کا سب سے زیادہ فائدہ سرکاری اے نے

اے کے لیے میں مصروف تھا۔ جبکہ سائنس ڈیپارٹمنٹ کے عبدالرزاق اب ہاتھ دیکھنا بھول کے ایک دوسرے پر مہماری کرنے میں مصروف ہو چکے تھے۔  
 ”اوائے نجوی کی اولاد! پریویس کے بے وقوفوں کو گولی مارو اور کلاس میں آجاؤ میڈم عمارہ ”میڈیا کیونکیشن“ کی کلاس لینے آرہی ہیں۔“ فاسٹل کے کسی اسٹوڈنٹ نے سیکنڈ فلور سے لنک کر بلال کو اطلاع دی تو وہ فوراً ”اپنا مشغلہ ادھورا چھوڑ کے اٹھ کھڑا ہوا۔  
 ”یار! ٹھہر جاؤ میڈم عمارہ جتنی لمبی ہیل پہن کر اور جتنی نزاکت کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی ہیں، وہ اگلے پندرہ منٹ میں ہی کلاس روم میں پہنچیں گی، تم میرا ہاتھ تو مکمل دیکھ جاؤ۔“ گونگو نے بازو پکڑ کر بلال کو دوبارہ اٹھایا۔  
 ”یار! مجھے جانے دو میڈم کو تو ویسے ہی آج کل مجھ پر بہت غصہ آتا ہے، ان کا خیال ہے کہ ان کی پارکنگ میں کھڑی گاڑی کے ٹائروں کی ہوا میں نکالتا ہوں۔“ بلال نے اپنا دکھڑا بیان کیا۔  
 ”دفع کر میڈم کی پھپھی گاڑی کو، میرا ہاتھ دیکھ لے، ورنہ آج میڈم کی گاڑی کو پکڑ کر کے ٹائروں پر تمہارا نام اور رول نمبر لکھ دوں گا۔“ گونگو نے دھمکی دی۔  
 ”اوائے تم! موٹے اپنے سینئر کو دھمکی دے رہے ہو بلال کو ابھی ابھی اپنے سینئر ہونے کا احساس ہوا؟“ تھا۔  
 ”اوائے یار! ویسے ہی مذاق کر رہا تھا۔“ گونگو نے اسے غصے میں دیکھ کر فوراً ”پینٹر بدلا تو بلال نے بھی بادل خواستہ اس کا ہاتھ پکڑا اور بے زاری سے دیکھنا شروع کر دیا۔  
 ”عبدالرزاق عرف گونگو، تمہارے ہاتھ میں اچانک محبت کی لائن ہے، جیسے لوگ اچانک ملیریا سے ٹالی فائیڈ بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ویسے ہی تیری قسمت میں ایک دھواں دھار محبت لکھ دی گئی ہے۔“ بلال کے انکشاف پر گونگو کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

دیکھنے لگے، اس ہاتھ میں جتنی پہچان تھی وہی رہا ہو۔  
 ”مگر کس سے؟“ رتیک روشن نے خاصا معقول سوال کیا۔  
 ”اسی سے۔۔۔ جس سے یہ سب سے زیادہ لڑتا ہو گا۔“ بلال نے دھماکہ کیا۔  
 ”کیا؟“ سب کی نظریں ہری مرچ کی طرف حنغل ہو گئیں جو اپنی عینک اتار کر دوپٹے کے پلو سے اس کا شیشہ رگڑنے میں مصروف تھی۔  
 ”تم مس ورلڈ جو ہو میں۔“ گونگو نے طنز کیا۔  
 ”اپنا منہ بند رکھا کرو موٹے آلو گول گول۔“ ہری مرچ نے بھڑک کر جواب دیا۔  
 ایک دفعہ پھر ایک نئے دن گل کا آغاز ہو چکا تھا۔ جبکہ بلال نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور وہاں سے کھسک گیا جبکہ باقی ساری کلاس گونگو اور ہری مرچ کی صلح کروانے میں لگ گئی۔  
 ”مجھے یقین ہے کہ ”سرکاری انا“ اپنے ڈپارٹمنٹ کا الیکشن اپنی ”عینک“ کی وجہ سے ہارا ہے اور یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ تب ہی کلاس کی چار لڑکیوں کے علاوہ سب نے اپنے ووٹ کن کھجورے کو دیے۔“ جیدے فلاسفر نے انجوشن ڈپارٹمنٹ کی کینٹین پر بیٹھ کر اپنا ماہرانہ تبصرہ پیش کیا۔  
 اس وقت ان کا سات لوگوں پر مشتمل گروپ خاصا رنجیدہ اور افسردہ، افسوس کے لیے کینٹین پر جمع تھا۔ اس گروپ میں تین لڑکیاں شگفتہ بانو عرف مدر نریا شائستہ عرف ہری مرچ اور طوبی عرف توبہ، توبہ اور لڑکوں میں عبدالرزاق عرف گونگو، نعیم عرف رتیک روشن ساجد عرف سرکاری انا اور جاوید عرف جیدا فلاسفر شامل تھے۔  
 ”میں نے اس کم بخت کو کہا تھا کہ کلاس C.R کے الیکشن سے ایک ہفتہ پہلے یہ منحوس عینک اپنے موٹے موٹے ڈیلوں پر چڑھانا چھوڑ دے، مخالف گروپ کی ذکیہ کو ویسے بھی یہ خوش فہمی ہے کہ ساجد اس عینک



ویسے بھی ذکیہ کے اوپر نظر تھی، اس نے تو لڑکیوں میں اس عینک کے خلاف ایسا پروپیگنڈا کیا کہ لڑکیاں ساری کی ساری بدظن ہو گئیں اور نتیجہ تم لوگوں کے سامنے ہے، ہم یہ الیکشن ہار گئے۔“ نعیم چوہدری نے جملے کئے انداز میں کہا۔

”اچھا اچھا بس کرو اب تم لوگ تو اس بے چارے کو ”شریکوں“ کی طرح طعنہ نہ دو، وہ پہلے ہی بہت پریشان ہے۔“

شگفتہ کو ہی سب سے پہلے اس کا خیال آیا تھا جبکہ ساجد درانی اپنی مشہور زمانہ عینک کو گود میں رکھے خاصا دکھی دکھی سا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے آگے رکھی بریانی کی پلیٹ جوں کی توں پڑی تھی اور وہ ”گو نگلو“ کی نظروں کی زد میں تھی۔

”شرم کرو گو نگلو! وہ بے چارہ پہلے ہی الیکشن ہار گیا ہے اور اوپر سے تم اس کی بریانی کی پلیٹ پر بھی ہاتھ صاف کر رہے ہو، تمہارا پیٹ تو مجھے کنواں لگتا ہے جو کبھی نہیں بھر سکتا۔“

ہری مرچ نے عبد الرزاق کو بری طرح لتاڑا تھا، جو اپنی پلیٹ صاف کر کے ان کو باتوں میں مصروف دیکھ کر اب سرکاری آنے کی پلیٹ پر حملہ کر چکا تھا۔

”تو تمہیں کیا تکلیف ہے؟ اتنا ہی دکھ ہو رہا ہے تو اپنی پلیٹ دے دو، جب وہ کھانی نہیں رہا تو رزق کی بے حرمتی ضرور کرنا ہے، کسی کے پیٹ میں ہی چلا جائے“ عبد الرزاق نے تیز تیز کھاتے ہوئے جواب دیا۔

”ہاں، ہر دفعہ وہ پیٹ تمہارا ہی ہوتا ہے۔“ ہری مرچ نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا جس کی نظریں اب رتھک روشن کی ٹھنڈی بوتل پر تھیں اور وہ اب پھر موقع کی تاک میں تھا۔

”یار! میں تو سخت حیران ہوں کہ مجھے لڑکیوں کی سائیڈ سے چوتھاوٹ کس نے دیا؟“ ساجد نے کچھ بے چمن ہو کر پوچھا۔ بظاہر اس کا لہجہ خاصا افسردہ لیکن انداز سے جس خوشی صاف عیاں تھی۔

”ہاں یار! یہ تو سوچنے کی بات ہے۔“ وہ سب بری طرح چوٹے گو نگلو نے بھی کھانا چھوڑ دیا تھا۔

”جس میں سے تین ہمارے گروپ میں جبکہ سات مخالف گروپ میں اور باقی پانچ لڑکیوں نے اپنی علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائی ہوئی ہے اور اپنے گروپ کی تین کے علاوہ مخالف گروپ سے تو کسی ووٹ کی ہرگز توقع نہیں جبکہ ”پاکیزہ بنوں“ والا گروپ تو ویسے ہی ان تمام لڑکیوں کے خلاف ہے جو لڑکوں کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہیں پھر آخر سرکاری آنے کو چوتھاوٹ کس نے دیا؟“ جیدے فلاسفر نے اپنی عینک اتارتے ہوئے خالص الجھن آمیز لہجے میں پوچھا۔

”ہاں یار! بات تو واقعی سوچنے والی ہے۔“ گو نگلو نے دوبارہ رغبت سے کھانا شروع کر دیا تھا اور اب کہ اس نے اپنی بائیں سائیڈ پر بیٹھے جیدے کی پلیٹ سے کباب بھی اٹھا لیا تھا لیکن جید اس لیے اس چوری کا نوش نہیں لے سکا کیونکہ وہ سوچنے میں مصروف تھا جبکہ ہری مرچ نے اسے تنبیہی نظروں سے دیکھا مگر وہ کندھے اچکا کر پورا کباب منہ میں رکھ چکا تھا۔

”یہ کوئی خاموش محبت بھی ہو سکتی ہے۔“ جیدے نے اچانک اعشاش کیا ساجد کی آنکھیں سواٹ کے بلب کی طرح روشن ہو گئیں۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی بوتل بے دھیانی میں گو نگلو کو پکڑا دی۔

”کیا واقعی؟“ ساجد بے چینی سے ہاتھ مسلتے ہوئے بولا تھا۔ اس کے چہرے پر تجسس کے سارے رنگ تھے۔

”یہ کسی کی غلطی بھی ہو سکتی ہے؟“ طوبی نے جتانے والے انداز میں کہا۔

”تم کبھی ڈھنگ کی بات نہ کرنا۔“ ساجد کو طوبی کا تجزیہ ہرگز پسند نہیں آیا تھا۔

”کیس میمونہ ہانسی نے تو اسے ووٹ نہیں دیا۔ وہ پچھلے کئی دنوں سے ہمارے سرکاری آنے کو بڑی میٹھی میٹھی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔“ رتھک روشن نے ایک نیا انکشاف کیا۔

”دفعہ دور وہ ہی میرے لیے رہ گئی ہے، وہ تو اس نے مجھ سے ریسرچ کے ایک دو لیکچر مانگے تھے اور میں نے

کرخت چہرے پر نرمی کے آثار ہیں ورنہ یہی میمونہ ہانسی ہے جس کے ساتھ نکرانے کی وجہ سے پوری کلاس نے مجھے سرکاری آنے کا ٹائٹل دے دیا تھا۔“ ساجد نے برامان کر جواب دیا۔

”جناپ یہ ٹائٹل تمہیں صرف میمونہ سے نکرانے پر نہیں بلکہ اس کے بعد نورسن اور پھر میڈم عمارہ سے نکر کے بعد ملا تھا۔“ گو نگلو نے اس کی بوتل کا آخری گھونٹ بھی پیتے ہوئے یاد دلایا۔

”بکو اس بند کرو بہت گینے ہو تم، میری ساری بوتل ڈکار گئے۔“ ساجد کو اچانک احساس ہوا۔

”اور میرا کباب کہاں گیا؟“ جیدے کو بھی اچانک خیال آیا۔

”میری بریانی؟“ ساجد چلا یا۔

”سب کچھ اس مونے جنگلی کے پیٹ میں جو عنقریب پھٹ جائے گا۔“ ہری مرچ نے جل کر کہا۔

”جلنے والے کا منہ کالا۔“ گو نگلو نے قہقہہ لگا کر اسے مزید چڑایا۔

”چلو دنگل ایک دفعہ پھر شروع۔“ طوبی نے بد مزہ لہجے میں کہا۔

”یار! میرا مسئلہ تو حل کرو، آخر مجھے چوتھاوٹ کس نے دیا؟“ سرکاری انا، ان کی لڑائی پر جھنجھلا کر بولا تھا۔

”لعنت بھیجو چوتھے ووٹ پر، تم کون سا اس ووٹ کی وجہ سے جیت گئے ہو۔“ رتھک روشن نے چڑ کر جواب دیا وہ بھی ہری مرچ اور گو نگلو کی لڑائی کی وجہ سے سخت بے زار ہو رہا تھا۔

\*\*\*

اس دن وہ سب پریولس کی ڈیٹ شیٹ دیکھ کر تانے والے کو بلند آواز میں لان میں بیٹھے کوس رہے تھے۔ جس نے ریسرچ کے پیپر میں صرف ایک چھٹی دی تھی۔

”مجھے معلوم تھا کہ سر کاظمی اپنا ساڑا کہیں نہ کہیں

ضرور نکالیں گے۔“ رتھک روشن کو ڈیٹ شیٹ کے پیچھے سر اسر سر کاظمی کا انتقامی رویہ نظر آ رہا تھا۔

”نہیں یار! میڈم عمارہ نے یقیناً کوئی دشمنی نکالی ہے۔“ جیدے نے فوراً اپنا خیال ظاہر کیا۔

”جبکہ میرا خیال ہے کہ سر تنویر کا ہاتھ ہے اس میں یاد نہیں کہ کرکٹ کے میچ میں جب وہ پریولس کے ہاتھوں پہلی بال پر آؤٹ ہو گئے تھے تب کتنی دھمکیاں دے رہے تھے۔“ سرکاری آنے کو یاد آیا۔

”ہاں کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو لیکن یہ گو نگلو کو کیا ہوا۔ یہ کیسے فٹ بال کی طرح لڑھکتا ہوا بھاگا آ رہا ہے۔“

ہری مرچ نے سب کی توجہ سیڑھیوں کی طرف دلائی، جہاں گو نگلو سرخ چہرے کے ساتھ انتہائی جوش و خروش سے بھاگا آ رہا تھا۔

”اللہ خیر کرے یوں لگ رہا ہے جیسے پوری بلڈنگ میں زلزلہ آ گیا ہو۔“ طوبی ناگواری سے بولی۔

”مجھے لگتا ہے کہ عبد الرزاق کے پاس کوئی بمبارنگ نیوز ہے، اس کی یہ حالت اسی وقت ہوتی ہے، شگفتہ بانو نے سنجیدی سے کہا ویسے بھی وہ ان کے گروپ کی واحد میمبر تھی جو سب کو ان کے اصل ناموں سے پکارتی تھی۔

ہری مرچ نے نوش بنانے بند کر دیے اور ناگواری سے سامنے گھاس پر گرے گو نگلو کو دیکھا جس کا ایک ہاتھ فضا میں بلند تھا اور اس ہاتھ میں سنرا جھلملاتا ہوا کوئی کارڈ تھا۔

”اوئے عدنان سمج! یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے جسے تب تک کی طرح تو نے اٹھا رکھا ہے۔“ جیدے فلاسفر نے اونچی آواز میں پوچھا۔

”میرے ہاتھ میں ایٹم بم ہے، خبردار کوئی پاس نہ آئے۔“ گو نگلو نے اپنا سانس بحال کرتے ہوئے انکشاف کیا۔

”ارے ڈرامے بند کر، چارلی چپلن کی اولاد۔ اور اپنا پیٹ ہولا کرو ورنہ پھٹ جائے گا۔“ ساجد نے ہنستے ہوئے اسے چڑایا۔

”بیٹا جو خبر میرے پاس ہے، اس کو سن کر تم سب



کے دماغ کے فیوز اڑ جائیں گے۔ ”گو نگلو نے ان کے تجسس کو مزید ابھارا۔

”کیوں فاطمہ بھٹو نے لاڑکانہ میں تمہیں انکیشن جتوانے کا تو اعلان نہیں کر دیا؟“ ریتک روشن کی طنزی نظروں پر گو نگلو نے ہاتھ میں پکڑا کارڈ لہرایا۔

”کم بخت! اسے دیکھ کر تم سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔“

”کیس پر ارم فیسر ہاؤس والوں نے باورچی کی خدمات کے لیے تو تجھے کال نہیں کر لیا؟“ ساجد نے اسے ایک دفعہ پھر چڑایا۔

”یہ تو بہت معمولی خبریں ہیں شریکوں نے ایک دفعہ پھر میدان مار لیا کم بختو! اور تم میں سے کوئی بھی کام کا نہیں سارے کے سارے ایک نمبر کے چغہ ہو۔“

گو نگلو کے طنزیہ لہجے پر وہ سب چونک گئے۔

”اب منہ سے کچھ پھوٹو گے بھی کہ نہیں؟“ ہری مرچ کا پارہ ہائی ہو گیا۔

”کن کھجور ایک دفعہ پھر بازی جیت گیا، ہم سب کے لیے ڈوب کے مرنے کا مقام ہے۔“ گو نگلو کی ادھوری بات پر سب نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

”آخر ہوا کیا ہے؟“ مدر ٹریسا نے اطمینان بھرے لہجے میں پوچھا تو گو نگلو کے چہرے پر ایک چڑا دینے والی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

”تم سب ایک نمبر کے نکتے کے نکتے رہے اور وہ کن کھجور امیدان مار گیا۔“ گو نگلو نے پھر دہائی دی تو ریتک روشن نے بے ارادہ اٹھ کر اس کی موٹی گردن پکڑ لی۔

”کن کھجور تو بعد میں میدان مارے گا“ البتہ گو نگلو تو آج میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔“ نعیم کے خطرناک ارادے دیکھ کر گو نگلو فوراً بولا۔

”اوسے نارزن کی اولاد میری گردن چھوڑ دیکھ کن کھجورے کی شادی کا کارڈ؟“

”کیا منظر بھٹی کی شادی؟“ مدر ٹریسا کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

”کس کے ساتھ؟“ وہ سب اکٹھے بولے تھے۔

”فائل ایر کی مس ایشریہ رائے یعنی ماہرہ صدیق کے ساتھ۔“

”کیا...؟“ سب کو باجماعت شاک لگا تھا۔ ہری مرچ اپنے نوٹس چھپانا بھول گئی جبکہ طوبی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور جیدے فلاسفر کے پاس بیٹھی ہوئی موٹی تازی ملی ساتھ پڑی پلیٹ سے چکن پیس اٹھا کر بھاگ گئی لان میں چاروں طرف ان کی کتابیں اور نوٹس بکھرے ہوئے تھے اور وہ سب اب شدید شاک میں ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

”ہے ناں شائنگ نیوز۔“ گو نگلو نے فخریہ انداز سے سب کی طرف دیکھا۔

”لو یہ کیسے ہو سکتا ہے اس ایشریہ رائے میرا مطلب ہے ماہرہ کا قندپانچ فٹ سات انچ اور کن کھجور ا بمشکل پانچ فٹ چھ انچ کا ہو گا۔“ طوبی نے اعتراض کیا۔

”طوبی تمہاری عقل دیکھ کر بس توبہ توبہ کرنے کو دل کرتا ہے، بھٹی کس کتاب میں لکھا ہے کہ اسے سے ایک انچ بڑی لڑکی سے شادی نہیں ہو سکتی۔“ گو نگلو نے اسے چڑایا۔

”یہ تو واقعی حیرت انگیز خبر ہے۔ اور کیا کن کھجورے نے یہ کارڈ ہمارے گروپ کے لیے دیا ہے؟“ جیدے فلاسفر نے ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے پوچھا۔

”جی نہیں جناب یہ کارڈ تو اس بھٹی منحوس نے پاکیزہ بہنوں کے گروپ کو دیا ہے اور ساری کلاس انوائٹ ہے، سوائے ہمارے۔“

”کیا...؟“ بھٹی کا دماغ ٹھیک ہے، پہلے فائل ایر کی لڑکی سے ہماری ناک کے نیچے عشق لڑایا اور لڑکی بھی اتنی لمبی جسے سر اٹھا کر دیکھنا پڑتا ہے اور سے ہمارے معزز گروپ کو شادی میں انوائٹ نہیں کیا، لگتا ہے بھٹی، آداب دشمنی سے ناواقف ہے۔“ ساجد کو سخت غصہ آ رہا تھا۔

”تو تم بھی اپنی شادی پر اسے نہ بلانا۔“ طوبی نے

بے اختیار نکلا۔

بے اختیار نکلا۔

بے اختیار نکلا۔

”ہو نہ! اس سے شادی کرے گا کون؟“ گو نگلو نے مذاق اڑایا۔

”بکواس بند کر، ہمارا خاندان تو لڑکیوں سے بھرپورا ہے تو اپنی فکر کر، موٹے عدنان سمج۔“ ساجد بری طرح چڑ گیا تھا۔

”ہاں خاندان کی بے چاری مظلوم لڑکیاں ہی ایسے نمونوں کے لیے قربانی دیتی ہیں۔“ گو نگلو نے شادی کے کارڈ سے ہوا جھلکتے ہوئے اسے مزید چڑایا۔

”تم میری فکر چھوڑو اور یہ سوچو کہ پندرہ دن بعد ہونے والے امتحان میں تمہیں پاس کیسے ہوتا ہے، کیونکہ شائستہ نے اس دفعہ پہلے ہی اعلان کر دیا ہے کہ وہ اپنے نوٹس کسی کو نہیں دے گی۔“ ساجد نے بھی اسے طنزیہ نظروں سے دیکھا۔

”بھٹی امتحانوں کی کس ظالم کو پروا ہے، ابھی پورے پندرہ دن پڑے ہیں، کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ ہماری بھی مدد کر دے گا، ابھی تو یہ سوچو کہ کن کھجورے نے جو ہمیں شادی پر نہ بلا کر ہماری بے عزتی کی ہے اس کا بدلہ کیسے لیا جائے۔“ گو نگلو نے لا پروا انداز سے کہتے ہوئے کتابوں کا تکیہ بنایا اور لان کی گھاس پر لیٹ گیا۔

”ویسے یار! بھٹی نے ہمارا سر خر سے بلند کر دیا اب ہم فائل کے سامنے سر تان کے چلیں گے، آخر کو ہم لڑکے والے ہیں اور وہ لڑکی والے۔“ جیدے فلاسفر نے ایک اور نکتہ نکالا۔

”ہاں بے گانی شادی میں عبد اللہ دیوانہ!“ ریتک روشن نے مذاق اڑایا۔

”ویسے یار! بھٹی زیادتی کر گیا ہمارے ساتھ ایک تو کلاس کے انکیشن میں ہمیں ہرایا اور اوپر سے اسے ولیمہ کا زردہ بھی نہ کھلایا، بہت ہی کمینہ نکلا منظر بھٹی عرف کن کھجور۔“

”اپنی بکواس بند کر، بھٹی اپنی ایشریہ کے ساتھ ادھر لان میں ہی آ رہا ہے۔“ ساجد نے گو نگلو کا منہ بند کر دیا اور وہ چونک کر اٹھ بیٹھا اور حیرت سے بھٹی اور ماہرہ کو دیکھنے لگا جو کہ ہری مرچ اور مدر ٹریسا کو اپنی شادی

بے اختیار نکلا۔

بے اختیار نکلا۔

کے کارڈ بڑے خوشگوار موڈ میں دے رہے تھے، ماہرہ کا نام اس کے لیے قد اور دبیلے پتلے جسم کی وجہ سے پریولیس نے ایشریہ رائے رکھا ہوا تھا۔

اور پھر سارے گروپ کو انفرادی طور پر شادی کے کارڈ دے کر وہ دونوں گئے تو پورا گروپ بھٹی اور ایشریہ رائے کی اعلا ظریفی کے گن گانے لگا چن چن کے بھٹی کی خوبیاں یاد کی گئیں اور اس خوشی میں گو نگلو نے سب کو سمو سے کھلائے کیونکہ ولیمہ کے کھانے کا سوچ کر وہ ابھی سے خوش ہو رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سب ہری پیلی، نیلی کالی لڑکیوں کی دھڑا دھڑا مٹکنیاں ہوتی جا رہی ہیں اور ہمیں کوئی پوچھتا ہی نہیں کہ لگتا ہے کہ لوگ اندھے ہو گئے ہیں۔“

طوبی کو آج صبح سے بس ایک ہی غم کھائے جا رہا تھا کہ اگر میمونہ ہاشمی کی انکیشن ہو سکتی ہے تو اس کی کیوں نہیں، حالانکہ اس کا رنگ اچھا خاصا گورا اور قد بھی ٹھیک ٹھاک لبا تھا۔

”یار دفع کرو، یہ اللہ کے کام ہیں جب وقت آئے گا ہو جائے گی۔“ شگفتہ نے اسے تسلی دی اس وقت وہ تینوں اکٹھی لائبریری میں تھیں شائستہ دھڑا دھڑا نوٹس بنارہی تھی جبکہ لڑکے آج فٹ بال کا میچ کھیلنے عمرہال کے پاس بنے گراؤنڈ میں گئے ہوئے تھے۔

”پتا نہیں کب وقت آئے گا، بلکہ مجھے تو لگتا ہے کہ اگر گزر بھی گیا، کتنا شوق تھا کہ میں بھی ڈیڑ ٹمنٹ میں شرماتے شرماتے مٹھائی لے کر آؤں، مگر مجھے لگتا ہے کہ یہ حسرت، حسرت ہی رہے گی۔“ طوبی کا دکھ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔

”اللہ خیر رکھے، کیوں اتنی مایوس ہو رہی ہو۔“ شگفتہ نے پر خلوص لہجے میں اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنی پرکشش چہرے والی دوست کو غور سے دیکھا۔

”مجم سے مجھے میمونہ ہاشمی پر صبح بہت غصہ آ رہا تھا بہت اترا اترا کے پوری کلاس کی لڑکیوں کو اپنی مٹکنی کا

بہت اترا اترا کے پوری کلاس کی لڑکیوں کو اپنی مٹکنی کا

بہت اترا اترا کے پوری کلاس کی لڑکیوں کو اپنی مٹکنی کا



فصلہ شادی کی حالت میں اس کا سیر نو صویروں میں اچھا خاصا لگ رہا ہے۔ پتا نہیں اسے اس مغرور لیلیٰ میں کیا نظر آگیا۔؟ طوطی کے لہجے میں دکھ سا اثر آیا تھا۔

”بہت بری بات طوطی! ایسے نہیں کہتے۔“ شگفتہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

”اور کیا یا زار! اوپر سے اللہ نے قد کے معاملے میں بھی خود کفیل کر دیا۔ اب بتاؤ کہ لڑکیوں کا بھلا پانچ فٹ چھ انچ قد اچھا لگتا ہے کیا؟ طوطی پر آج قنوطیت کا دورہ پڑا ہوا تھا۔

”فضول باتیں بند کرو اور آرام سے پبلک ریلیشن کے نوٹس بناؤ! ایک دم سیٹ ہو جائے گا۔“

شائستہ نے تیزی سے قلم چلاتے ہوئے خلاف معمول نرم لہجے میں مشورہ دیا، جو طوطی کو ہرگز پسند نہیں آیا تھا تب ہی وہ ترخ کر بولی تھی۔

”محترمہ شائستہ صاحبہ! ان کتابوں اور نوٹسوں کی دنیا سے نکل آئے۔“ ماس کمیونیکیشن میں ماسٹرز کرنے کے بعد کوئی آپ کو تمنہ نہیں مل جائے گا۔

ہم لڑکیوں کی زندگی کا واحد کام ہانڈی چولہا کر کے بچے پالنا ہے۔۔۔ اور سب سے مشکل کام شادی کرنا ہے جسے ہمارے معاشرے کے لوگوں نے سخت مشکل بنا دیا ہے یہ ایم اے کی ڈگری تو مل ہی جائے گی، مجھے اس کے بعد کے سالوں کی فکر ہے جب لڑکوں کی مائیں ہمیں ”اور اتج“ کا میڈل پہنا کر رجبیکٹ کر دیا کریں گی۔ اور تم بھی خود کو بدلو، یہ موٹا چشمہ اتار کر لینز لگواؤ، اپنی اسکن کی طرف توجہ دو اور یہ رضائیوں والے برنٹ پہننا چھوڑ دو، آج کل پڑھا کو فلاسفر ٹاپ لڑکیوں کا کوئی اسکوپ نہیں، ایسا نہ ہو کہ تمہاری والدہ کو بھی میری والدہ کی طرح اپنی جوان ہوتی بیٹیوں کو دیکھ دیکھ کر ڈپریشن ہونے لگے۔“

طوطی کے لہجے پر شائستہ کے چہرے کی رنگت ایک دم پھسکی ہوئی تھی وہ زبردستی مسکرائی اور خواخواہ اپنا چشمہ اتار کر ٹشو سے صاف کرنا شروع کر دیا۔

”فار گاڈ سیک! طوطی! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟“ شگفتہ

”دلغ خراب ہو گیا ہے میرا کیمپس سے گھر جاؤں تو میری ماں کے ڈپریشن میں کھ گئے جملے مجھے ساری رات سونے نہیں دیتے، اگر ہم پانچ بہنوں میں سے کسی کی بھی شادی یا مگنی نہیں ہوتی تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے یا زار! مائیں تو بول بال کے اپنا کتھار سس کر لیتی ہیں، ہم کہاں جا میں، ہر روز کوئی نہ کوئی خاتون آکر رجبیکٹ کر کے چلی جاتی ہے، بہت اذیت کا احساس ہوتا ہے۔“

طوطی دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی تھی۔

شائستہ اور شگفتہ نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا، وہ لائبریری کے ایک سنسان گوشے میں بیٹھی تھیں اس لیے کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

وہ دونوں زبردستی اسے اٹھا کر گریڈ کے کامن روم میں لے آئی تھیں جہاں اچھی طرح رویلنے کے بعد طوطی کے دل کا غبار خاصا ہلکا ہو گیا تھا، وہ دونوں اس کا منہ دھلوا کر باہر آئیں تو معلوم ہوا فٹ بال کا میچ کھیل کر دونوں ٹیمیں واپس آچکی ہیں۔

ڈپارٹمنٹ کی سیڑھیوں پر گونگو کو منہ بنائے آتا دیکھ کر شائستہ اور شگفتہ نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ گونگو کے پیچھے ریتک۔ روشن اور سرکاری انا تھے اور سب سے پیچھے جبکہ فلاسفر فاسٹل ایر کے کسی لڑکے سے بحث کرنا ہوا آ رہا تھا۔

”خدا کے واسطے عبدالرزاق! آج یہ مت کہنا کہ ہم لوگ پھر ہار گئے۔“ شگفتہ نے خوشگوار لہجے میں اسے دیکھتے ہی چھیڑا۔

”جی نہیں آج فاسٹل ایر ہماری وجہ سے جیت گئی۔“ گونگو نے ڈھٹائی سے اطلاع دی۔

”ویسے اب تو ڈوب کے مرجانے کا مقام ہے۔“ ہری مرچ نے طنز کیا۔

”بسم اللہ کرو، تمہارے لیے تو چلو بھر ہی کافی ہو گا۔“ گونگو نے جواباً وار کیا۔

”اوئے یہ اس کو کیا ہوا۔۔۔؟“ ریتک روشن نے

”تم لوگوں کی ہار کی اطلاع اس سے برداشت نہیں آتی، جب سے اطلاع ملی ہے تب سے محترمہ روری ہیں۔“ ہری مرچ کے شرارتی لہجے کو ریتک روشن نہیں سمجھ سکا تھا۔

”پاگل ہو گئی ہو کیا؟ کھیل میں ہار جیت تو ہوتی رہتی ہے اس میں رونے سے کیا حاصل؟ قسم سے طوطی تم واقعی بہت اسٹیوڈنٹ کی ہو، دیکھ لینا اگلی دفعہ ہم پوری محنت سے کھیلیں گے۔“

”اور پھر ہاریں گے۔“ گونگو نے بے ساختہ بات کاٹی تو طوطی اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

اس کی سرخ روئی روئی آنکھوں میں نمودار ہونے والی چمک نے اس کے چہرے کی دلکشی کو ایک دم برباد دیا تھا۔

ریتک روشن نے بڑی خوشگوار حیرت سے اپنے سامنے میروں کلر کے سوٹ میں کھڑی طوطی کو دیکھا جو اس سے اسے بہت اپنی اپنی سی لگی تھی۔

”او طوطی! تمہیں اپنی ہار کی خوشی میں آئس کریم کھلا کر لاؤں۔“ ریتک روشن کے الفاظ اور لہجہ دونوں ہی معنی خیز تھے ہری مرچ نے آنکھیں پھاڑ کر سامنے کھڑے نعیم کو دیکھا جس کے چہرے پر بہت انوکھے اور خوب صورت رنگ تھے۔

”ہاں ہاں طوطی! جاؤ، جاؤ اور ہمارے لیے پیک کروا کے لے آنا۔“ شگفتہ نے بھی شاید نعیم کی آنکھوں میں پھیلنے والی خوشگوار حیرت کو پڑھ لیا تھا۔

موسم ایک دم بدل گیا تھا۔۔۔ بادل تو صبح سے چھائے ہوئے تھے اور اب مہین مہین سی پھوار برسنے لگی تھی ٹھنڈی ٹھنڈی شفاف بوندوں نے ایک سکون اور کیف آگیاں سا احساس بیدار کر دیا تھا۔

”آؤ مدر ٹریسا! ہم لوگ ہری مرچ والے پکوڑوں کا آرڈر دے کر آئیں، اس موسم میں پکوڑے کھانے کا اپنا ہی سوا ہے۔“ گونگو نے چٹکارہ بھرا جبکہ وہ دونوں سامنے روش پر چلتے طوطی اور نعیم کو دیکھنے میں مصروف



لیے فوراً پکوڑا اٹھا کر منہ میں ڈالا۔ جبکہ گونگلو پارش کو بھلائے مکمل طور پر پکوڑوں کی پلیٹ کو صاف کرنے میں مصروف تھا۔

اگلے دن رات کو ہالی ڈے ان میں منظر بھی اور مارہ صدیق کا ولیمہ تھا اور صبح کیمپس میں حاضری نہ ہونے کے برابر تھی۔ جس کی وجہ سے مسز کاظمی نے رات کو فنکشن میں آنے والے اسٹوڈنٹس کی وہیں باجماعت کلاس لی تھی۔ اور ہر کوئی منہ چھپاتا پھر رہا تھا۔

”اوہ مائی گاڈ! یہ ہری مرچ ہے؟“ جیدے فلاسفر کے منہ سے نکلنے والے حیرت آمیز فقرے نے سب کو چونکا دیا۔

”امیزنگ!“ طوبی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔  
”واؤ زبردست!“ نعیم نے بھی کھلے دل سے سراہا۔  
بروسٹ کے ساتھ بھرپور انصاف کرتا عبد الرزاق حقیقتاً ”نوالہ منہ میں ڈالنا بھول گیا تھا۔“

ریڈ کلر کی چنری کے سوٹ میں اپنے گھنے سیاہ بال جو کہ کیمپس میں ہمیشہ تیل سے بھیکے رہتے تھے، اس وقت شیمپو کر کے کھلے چھوڑے ہوئے تھے، سوٹ کے ساتھ ہم رنگ جیولری پہنے، لائٹ سے میک اپ اور بلیو لینز میں ہری مرچ کی طور نہیں پہچانی جا رہی تھی۔ وہ شگفتہ کے ساتھ خاصی لیٹ شادی کے فنکشن میں پہنچی تھی اور اب حیران نظروں سے اُدھر اُدھر اپنے گروپ کی تلاش میں دیکھ رہی تھی۔

”دیش گریٹ یار! آج تو تم ہری کے بجائے سرخ مرچ لگ رہی ہو۔“ گونگلو کے توصیفی لہجے پر ایک لمحے کو وہ بلش کر گئی گونگلو نے بہت دلچسپی سے یہ منظر دیکھا۔

”قسم سے شائستہ! آج تو تم کسی طور بھی پہچانی نہیں جا رہی ہو، بہت کیوٹ لگ رہی ہو۔“ طوبی نے اسے گلے لگاتے ہوئے خلوص دل سے کہا۔

”تھینک یو! تم بھی بہت ناٹس لگ رہی ہو۔“ اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”یہ دن حقیقتاً ہمارا دن ہے۔“ سوبی نے سچے دل سے حقیقت بیان کی۔  
”ریلی؟“ وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

”حیرت ہے ہری مرچ کو ہنسنا بھی آتا ہے۔ آج تو انکشافات کا دن ہے۔“ گونگلو نے جیدے فلاسفر کے کان میں سرگوشی کی۔ تو وہ صرف مسکرا کر رہ گیا۔  
”تم تو اچھی خاصی معقول لڑکی ہو جبکہ ڈپارٹمنٹ میں پتا نہیں کیوں بی اماں بن کے آجاتی ہو۔“ گونگلو کے لیے اپنی زبان پر قابو رکھنا خاصا مشکل کام تھا۔  
”میں وہاں پڑھنے آتی ہوں، ماڈلنگ کرنے نہیں۔“ اور ٹوپس میں تم بھی کچھ کم موٹے لگ رہے ہو ورنہ ڈپارٹمنٹ میں ٹوٹ بال بن کر آجاتے ہو۔“ شائستہ نے بھی حساب برابر کیا۔

”یعنی کہ دوسرے لفظوں میں آج میں بھی اچھا لگ رہا ہوں۔“ اس نے قہقہہ لگایا تو وہ جھینپ کر رہ گئی۔

”یہ ساجد کمینہ آج پھر اپنی سبز عینک لگا کر آگیا ہے۔“ اس کی نظر سرکاری آنے پر پڑی جو آج اچھا خاصا جج کے آیتا تھا اور اس وقت فاسٹل ایئر کی رضوانہ کو پکڑے نہ جانے کون سے قہے سنار تھا۔

”پٹھان بچہ ہے، کسی سے ڈرتا تھوڑی ہے۔“ گونگلو نے مذاق اڑایا۔

”خیر ہے۔ آج تم کھانے کے ٹائم پر کھانا کیوں نہیں کھا رہے؟“ شائستہ کو حیرت ہوئی۔

”ساری بھوک ہی اڑ گئی آج تو جناب!“  
گونگلو کی ذومعنی نظروں اور لہجے نے شائستہ کو بوکھلا دیا تھا، تب ہی وہ شگفتہ اور طوبی کو دیکھتے ہی تیر کی طرح ان تک پہنچی اور پھر سارے فنکشن میں وہ گونگلو کے بدلے ہوئے انداز دیکھ کر اسے دل ہی دل میں کوسی رہی۔ جو آج حقیقت میں کھانا کھانا بھول گیا تھا۔

\*\*\*

پریویس کے سالانہ ایگزام نے سب طلباء کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا اور ہر کوئی اپنے لیکچرز اور نوٹسوں کے پیچھے

بھالی ہوئی تھی، ہر کوئی مصروف اور مگن تھا۔  
لاہری میں اسٹوڈنٹس کی تعداد میں ایک دم اضافہ ہو گیا تھا۔

ایگزام سے پانچ دن پہلے عبد الرزاق عرف گونگلو کے والد صاحب کے اچانک انتقال کی خبر سب پر بجلی بن کر گری تھی۔

وہ سب لوگ کیمپس سے مختلف گاڑیوں میں عبد الرزاق کے گھر پہنچے تو وہاں پہنچ کر سب کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ دو کینال کے خوب صورت بنگلے کے اندر کھڑی گاڑیوں کی طویل لائنیں اور شہر کے پوش علاقے میں رہنے والا عبد الرزاق جو خاصا درویش صفت تھا اس وقت غم سے ندھال اپنی تین چھوٹی بہنوں اور ماں کا تعارف کروا رہا تھا۔

شگفتہ شائستہ طوبی جاوید اور نعیم حیران نظروں سے اس کے وسیع و عریض بنگلے اور وہاں موجود لوگوں سے ان کی فیکٹریوں کی تفصیل سن کر سخت حیران تھے سب کا ہی خیال تھا کہ اپنے آپ میں مست لاہرو اس عبد الرزاق ان جیسی مل کلاس سے تعلق رکھتا ہو گا۔ لیکن اس کے انداز اور طرز گفتگو سے انہیں کبھی اندازہ نہیں ہوا تھا کہ وہ شہر کی جانی پہچانی فیملی سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ پہلے پیر والے دن کیمپس آیا تو خاصا افسردہ تھا اور اس کا پیر بھی بس سو سو ہوا تھا اور پیر کے اختتام پر سارا گروپ اسے حوصلہ اور ہمت کی تلقین کرتا رہا تھا جبکہ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا، وہ لوگ دو بھالی اور تین بہنیں تھے جبکہ بڑا بھائی اسٹڈی کے سلسلے میں امریکہ میں تھا اور وہ بھی سب کچھ چھوڑ کر پاکستان آگیا تھا۔ اور آکر اس نے باپ کا بزنس سنبھال لیا تھا۔

وہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے کے لیے پوائنٹ کی طرف نکلے تو ایک دم شائستہ نے عبد الرزاق کو روک کر ایک لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔

”یہ کیا ہے؟“ اس نے حیران نظروں سے دیکھا۔  
”یہ سب مضامین کے آرٹیکل کیے ہوئے نوٹس ہیں“

یہ سب اس کے مہارے لیے کوٹوالیٹ مروا دیے تھے، مجھے معلوم تھا کہ سخت لاہروا ہو، سارے ٹاپک کہاں تمہارے پاس ہوں گے۔“ شائستہ کے بظاہر سادہ مگر پر خلوص لہجے پر اس نے ممنون نظروں سے اسے دیکھا، جسے آج پھر زکام ہو رہا تھا اور وہ بار بار ٹشو سے اپنی ننھی منی ناک رگڑ رہی تھی۔

”تھینک یو سوچ!“ وہ زبردستی مسکرایا۔  
”فارواٹ؟“ شائستہ نے ناک چڑھائی۔

”بھئی نوٹوں کے لیے، مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے ہاتھ کا لکھا ایک صفحہ بھی کسی کو نہیں دیتیں حتیٰ کہ طوبی اور شگفتہ کو بھی نہیں۔ اور مجھے حقیقت میں ان کی ضرورت تھی۔“ عبد الرزاق نے صاف گوئی سے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرا کے ڈپارٹمنٹ کی دیوار کے ساتھ لگی بیل کے پتے توڑنے لگی۔

”کیا اگلے سال بھی دوگی۔؟“ وہ شرارتی لہجے میں بولا۔

”ہرگز نہیں موٹے، اگلے سال کھانے کے بجائے اسٹڈی پر دھیان دینا۔“ وہ چڑ کر بولی تھی تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”تھینک یو، تم اسی اسٹائل میں اچھی لگتی ہو، مجھے تو وہم ہونے لگا تھا کہ میں شاید کسی اور لڑکی سے بات کر رہا ہوں۔“ عبد الرزاق نے اسے چڑایا اور وہ حسب عادت چڑ بھی گئی۔

”تم ویسے اس قابل نہیں ہو کہ تم سے عزت سے بات کی جائے۔ اب کچھ تیاری بھی کر لینا، میری ناک نہ کٹوا دینا۔ سب کہیں گے کہ شائستہ کے نوٹس پڑھے تھے۔“

”بھئی یہ ناک کٹ ہی جائے تو اچھی ہے، جو ہر وقت بہتی رہتی ہے۔“ عبد الرزاق کے شرارتی لہجے پر اس نے جھنجھلا کر پاؤں زمین پر پٹنے اور پوائنٹ کی طرف بڑھ گئی جبکہ وہ اسے روکتا ہی رہ گیا۔

\*\*\*

”تھینکس گاڈ! یہ امتحانوں کا طویل اور صبر آزا



ہے۔" کنٹین پر بیٹھے عبدالرزاق نے لمبی سانس بھر کر انکشاف کیا۔

"اگر ہر تین مہینے کے بعد ایگزٹام ہو جائیں تو تم تو اچھے خاصے اساتذہ ہو جاؤ گے" نعیم نے تنقیدی نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے برگر اور پیپسی کا آرڈر دیا۔

"یار! میں اب بھی اچھا خاصا اساتذہ ہو گیا ہوں" عبدالرزاق نے احتجاجی لہجے میں تردید کی۔

"ہاں اب تم گونگلو نہیں کر لیتے ہو۔" جاوید فلاسفر نے چھیڑا۔

"نہیں" عبدالرزاق تم واقعی خاصے اساتذہ ہو گئے ہو۔" شگفتہ کے صاف گولہجے پر اس نے اپنی شرٹ کے کالر کھڑے کیے اور شرٹ کی جیب سے چھوٹے سائز کا شیشہ نکال کر اپنا جائزہ لیا۔

"آئینہ ٹوٹ جائے گا" بس کرو بے جان چیزوں پر اتنا ظلم نہیں کرتے۔" شائستہ نے طنز کیا۔

"بھئی جب وہ تمہیں برواشت کر سکتا ہے تو میں تو اچھا خاصا معقول بندہ ہوں۔" اس کے انداز میں شرارت کا رنگ نمایاں تھا۔

"کیوں" مجھے کیا ہوا ہے؟ اچھی خاصی تو ہوں میں۔" وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر لڑا کا انداز میں گویا ہوئی۔

"تو کیوں مجھ میں کیڑے پڑے ہوئے ہیں کیا؟" عبدالرزاق نے بھی کھا جانے والے لہجے میں کہا۔

"لو شروع ہو گئے پھر" اگر ان کی شادی ہو جائے تو سارا دن گھر میں برتن ہی ٹوٹا کریں۔" طوبی نے بیزار لہجے میں کہا اور سامنے پڑی ٹرے سے برگراٹھا کر کھانا شروع کر دیا۔

"میرا داغ خراب ہے جو میں اس گونگلو سے شادی کروں۔" شائستہ ٹلخ سے بولی۔

"ہاں تو میری آنکھیں خراب ہیں جو اس ہری مرچ سے شادی کروں۔" عبدالرزاق نے تضحیک جواب دیا۔

"اور جاؤ جاؤ خوش قسمت ہو گا جو میرا لائف پارٹنر

"کیوں شادی کے بعد تم کیا کوئی بن جاؤ گی؟" عبدالرزاق نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"نہیں تم سرے ہو جاؤ گے۔" اس نے غصے میں برگراٹھا کر کھانا شروع کر دیا۔

"یعنی کہ تم مجھ سے شادی کے لیے راضی ہو۔" عبدالرزاق نے دلچسپ نظروں سے اسے دیکھا۔

"دفع ہو جاؤ" مجھے کوئی شوق نہیں۔" لیکن مجھے تو ہے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور اس کی بڑبڑاہٹ سوائے شائستہ کے سب ہی نے سنی تھی اور اپنی اپنی مسکراہٹیں چھپانے کے لیے گردنیں نیچی کر لیں۔

"مجھے لگتا ہے کہ اس دفعہ پوزیشن بھی مخالف گروپ لے جائے گا۔" جیدے فلاسفر نے نیا شوشہ چھوڑا۔

"تمہارے منہ میں خاک کبھی اچھی بات بھی کر لیا کرو۔" ساجد کو اس پیش گوئی پر غصہ ہی تو آگیا تھا۔

"یار! ٹیمپل سی بات ہے" ہمارے گروپ میں سات لوگ جبکہ ان لوگوں کا گروپ تیرہ لوگوں پر مشتمل ہے اور ان میں سہیل گجر تو ہر وقت کتابوں میں سر دیے رکھتا تھا اور میڈم نے سارا سال سب سے زیادہ کتابیں ایشو کروائی ہیں۔" جیدے نے ماہرانہ تجزیہ پیش کیا۔

"سہیل گجر تو مجھے شک ہے کہ وہ کتاب میں اپنی پینڈو منگیتر کی تصویر رکھ کر دیکھتا رہتا تھا جبکہ میڈم بھی کوئی خاص اسٹوڈنٹ نہیں، ہر وقت اونٹ کی طرح گردن اٹھا کر دائیں بائیں دیکھتی رہتی ہے، یونیورسٹی میں ہونے والے ہر سانچے پر سب سے پہلے پہنچنا گویا اس کا اخلاقی اور قانونی حق ہے" مجھے تو لگتا ہے کہ اس کے پیروں میں پیسے لگے ہوئے ہیں۔" نعیم نے ہیزاری سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"نہیں یار! لڑکی وہ ذہین ہے" ایک دفعہ M.B.A ایگزیکٹو ہال کے سیمینار میں اسے بولتے سنا تھا، خاصا تاج تھا اس کے پاس۔" جیدے نے توصیفی لہجے میں

"راڈھر اُدھر سے چوری کر کے اکٹھا کر لیا ہو گا۔" نعیم کو یقین نہیں آیا تھا۔

"بھئی چھوڑو اسے یہ بتاؤ کہ رزلٹ کب تک آ رہا ہے۔" میرا "رپونگ" کا پیپر اچھا نہیں ہوا مجھے اس کی فٹ ٹینشن ہے۔" شگفتہ نے بات ختم کرنے کے لیے توجہ دوسری جانب مبذول کروادی۔

"سناتوی ہی ہے کہ اگلے ہفتے آ رہا ہے۔" جیدے کی اطلاع پر شگفتہ کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔

"میری تو یقیناً" کوئی نہ کوئی سہیلی ضرور ہوگی۔" عبدالرزاق کو بھی اپنی فکر پڑ گئی۔

"اللہ بہتر کرے گا نالا لے لو" شائستہ نے سب کو تسلی دی۔ خود اس کا دل بھی اندر سے ڈر رہا تھا۔



اگلے ہفتے دو حیران کن خبریں پورے ڈپارٹمنٹ میں گردش کر رہی تھیں پوری کلاس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

گونگلو نے ڈاکس بجایا کر خوشی کا اظہار کیا تھا سب کے چہروں پر بڑی خوشگوار حیرت تھی۔

پہلی خبر طوبی اور نعیم چوہدری یعنی ریتک روشن کی منگنی۔

اور دوسرا وہاں کہ شائستہ عرف ہری مرچ کا پورے ڈپارٹمنٹ میں ٹاپ کرنا تھا۔ دوسری پوزیشن سرکاری اے یعنی ساجد درانی نے اور تیسری جیدہ فلاسفر لے گیا تھا، ہر کوئی محو حیرت تھا، مخالف گروپ نے انگلیاں دانتوں میں داب لی تھیں سارے پروفیسرز رک رک کر پورے گروپ کو مبارکباد دے رہے تھے۔

گونگلو نے خلاف توقع پاس ہو جانے کی خوشی میں پورے ڈپارٹمنٹ کو فورا "ٹریٹ دے دی تھی۔ اس وقت پوری کلاس میں ہنگامہ برپا تھا۔

"یقین کرو آج کلچے میں ٹھنڈ پڑ گئی" الیکشن میں ہارنے کا دکھ آج ختم ہوا ہے۔" ساجد نے سرشار لہجے میں اپنے گروپ کو مخاطب کیا۔

لر تو مجھے سوادہ ہی آگیا۔" گونگلو نے لمبے لمبے ہنسنے ہوئے کہا۔

"دشمن مرے تے خوشی نہ کرے" بجاوای مرچانا۔" ہری مرچ نے چشمے کی اوٹ سے گونگلو کو دیکھتے ہوئے انتہائی متانت سے کہا اور ویسے بھی بقول گونگلو کے ہری مرچ پوزیشن کے بعد خواجواہ سور بننے کے چکر میں کم سے کم بول رہی ہے۔

"ویسے شائستہ! تم سے ایک بات پوچھوں؟" گونگلو نے انتہائی شوق سے کہا۔

"ہاں کہو۔" اس نے ناک چڑھائی۔

"کیا جب تم بازار جاتی ہو تو کپڑوں کی دکان پر جا کر ان سے یہی کہتی ہو کہ جتنے ہرے رنگ کے سوٹ ہیں وہ لے آؤ۔" گونگلو نے شرارت سے نچلا لب دہلایا تو شائستہ نے قدرے پر امانتے ہوئے اسے گھورا، جبکہ طوبی ہنسنے ہوئے کہنے لگی۔

"اصل میں گرین کٹر شائستہ کا فیورٹ کالر ہے اور اس کے ابا جی کی بھی کینٹ میں کپڑوں کی شاپ ہے اس لیے اس کی تو موجیں ہی موجیں ہیں۔"

"ریلی؟" گونگلو کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"ویسے یار! دفع کرو ان کپڑوں والی خالص زنانہ گفتگو کو، میں تو ابھی تک حیران ہوں کہ پہلی تینوں پوزیشنز ہمارے گروپ کی کیسے آگئیں ہم نے تو سارا سال کبھی میچ میں تو کبھی الیکشن میں ہارنے کا سوگ مناتے ہوئے گزارا تھا، یقین کرو ان پوزیشنز کی وجہ سے ہماری توبلے بلے ہو گئی۔ ہر جگہ بڑاوی آئی پی پروڈکٹوں کو مل رہا ہو آج کل، قسم سے شائستہ اور ساجد تم نے ہمارا سرخسرے بلند کر دیا۔"

ریتک روشن خاصا جذباتی ہوا تھا اس وقت ان کا گروپ کنٹین پر سمو سے اور پکڑے اڑانے میں مصروف تھا۔

"ویسے آپس کی بات ہے شائستہ کیا تمہیں اپنے ٹاپ کرنے کی امید تھی؟" گونگلو نے ایک دفعہ پھر شرارت سے پوچھا۔



سب کو ہکا بکا کر دیا تھا۔  
”وہ کیسے؟“

”مجھے پتا تھا کہ ان سب نیکوؤں میں میں پھر بھی کچھ نہ کچھ تو بہتر ہوں اور ویسے بھی ساری کلاس نے ایک دوسرے کے نوٹس فوٹو اسٹیٹ کروائے ہوئے تھے جبکہ میری اپنی خالص محنت تھی اور پھر میرے پیپرز بھی خاصے شاندار ہوئے تھے۔ مجھے اپنی محنت اور اللہ کی رحمت پر مکمل یقین تھا۔۔۔“ شائستہ ان سب کے پر جوش چہروں کو دیکھ کر بڑی متانت کے ساتھ گویا ہوئی تھی۔ اس کے لہجے میں حد درجہ اعتماد تھا۔

”ہاں یہ تو ہے اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں کرتے۔“ شائستہ نے بھی تائید کی۔

”بھئی یہ باتیں تو ساری زندگی ہوتی رہیں گی، پہلے یہ بتاؤ کہ شائستہ، ساجد اور جیدا، ہم لوگوں کو خصوصی ٹریٹ کہاں دے رہے ہیں؟“ گو نگلو نے سب کی توجہ ایک اہم ایٹھ کی طرف مبذول کروائی۔

”ہیں کیسپس میں اور کہاں؟“ جیدا جو کافی دیر سے خاموش تھا پہلی دفعہ بولا تھا۔

”ہرگز نہیں، ہم لوگ کیسپس کی کینٹین کی فضول چیزیں کھا کر بے زار ہو چکے ہیں اس لیے ہماری طرف سے جواب ہے، ہم لوگ ہالی ڈے ان اور شیرٹن سے کم پر بالکل کمپوزیٹ نہیں کریں گے۔“ گو نگلو نے صاف جواب دے دیا تھا۔

”جناب ہمارے ابا جی کی تمہارے ابا جی کی طرح فیکٹریاں نہیں چل رہیں اس لیے ہماری اوقات کے مطابق بات کرو مجھے۔“ جیدے نے مصنوعی غصے سے کہا۔

”میں تمہاری اوقات سے بہت اچھی طرح واقف ہوں جیدے فلاسفر، زیادہ تر کر کرنے کی ضرورت نہیں تم تین لوگ مل کر آسانی سے دے سکتے ہو کوئی کمی بیشی ہوئی تو ہم چندہ اکٹھا کر لیں گے۔“ گو نگلو نے مسئلے کا حل چٹکی بجاتے ہی نکال لیا تھا۔

جیدے فلاسفر نے گود میں رکھی خلیل جبران کی

”منجوس تو اس چندے سے اپنا ولیمہ کروالینا ابھی ہمارے حالات اتنے بھی ماڑے نہیں ہوئے کہ دو چار لوگوں کو ٹھنڈا نہ سکیں اور یہ جو دونوں منگنی کروا کے اب معصوم بن کے بیٹھے ہوئے ہیں، یہ کسی کو نظر نہیں آ رہے۔ جنہوں نے تم سب کی ناک کے نیچے عشق لڑایا اور کانوں خبر بھی نہ ہونے دی، ان سے تو پہلے ٹریٹ لو۔“ جیدے فلاسفر کی توہوں کا رخ طوطی اور نعیم کی طرف تھا وہ دونوں ہڑبڑا کر سنبھل کے بیٹھ گئے۔

”ہائیں ہائیں یہ ہم لوگ تمہیں کہاں سے یاد آ گئے نعیم نے مصنوعی غصے سے پوچھا۔ جبکہ طوطی کے چہرے پر سرخی پھیل گئی تھی وہ خفت زدہ انداز سے اپنی بیگ کی زپ سے کھینے لگی۔

”ابھی تو سارے کھاتے کھلیں گے جناب! ہم ذرا فارغ ہو جائیں۔“ جیدے فلاسفر نے دھمکی دی۔

”فلاسفر! جانے دے یا رہے غریب لوگ جہاں کہتے ہیں ہم ٹریٹ دے دیتے ہیں بلکہ ہم نہیں بل صرف میں دوں گا۔“ ساجد درانی عرف سرکاری انے کے شاہانہ اسٹائل پر جیدے فلاسفر کے چہرے پر اطمینان کے رنگ بڑی تیزی سے پھیلے تھے۔

”میں تو پہلے دن سے کہتا ہوں کہ پٹھان بڑے غیرت مند ہوتے ہیں۔“ گو نگلو نے کھلے دل سے سراہا تو سب اس مکھن پر بے ساختہ ہنس پڑے۔

اس دن وہ کافی دن کے بعد ہالی ڈے ان میں اکٹھے ہوئے تھے جہاں ٹیبل پہلے سے ریزرو شدہ تھی فائنل ایر کی کلاسز کے دوران ہی طوطی اور نعیم کی شادی کا شوشہ بلند ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی ساجد کی اپنے چچا زاد کے ساتھ منگنی ہو گئی تھی۔ وہ ڈیرہ اسماعیل خان کا رہنے والا تھا اور اپنے ایم اے کے سلسلے میں ہوسٹل میں مقیم تھا۔ جبکہ جیدا فلاسفر اکاثرہ سے تعلق رکھتا تھا۔

”یار! دن کیسے تیزی سے گزرتے جا رہے ہیں ابھی کل کی بات لگتی ہے جب ہم لوگوں نے پریوئس میں

فائنل ایر بھی مکمل ہو جائے گا۔“ نعیم بہت سنجیدہ اور اداس کجے میں کہہ رہا تھا۔

”ہاں وقت بہت ظالم ہے، کسی کا انتظار نہیں کرتا، یہ گزرے ہوئے دن بہت یاد آئیں گے۔“ گو نگلو کے چہرے پر بھی اداسی کے رنگ نمایاں تھے۔

”میں تو ہائر اسٹڈیز کے لیے انگلینڈ چلا جاؤں گا اور آج سے کچھ سال بعد جب تم لوگ کبھی یونیورسٹی میں آؤ گے تو میں اسی ڈپارٹمنٹ میں لیکچرر دے رہا ہوں گا۔“ جیدے فلاسفر نے اپنے ارادوں پر روشنی ڈالی۔

”اور میں تمہارے اسٹوڈنٹس کو تمہارے کروت بتاؤں گا۔“ ریتیک روشن نے شرارتی لہجے میں دھمکی دی۔

”اور میں تمہاری لمبی ٹانگیں، انہی اسٹوڈنٹس سے ترواؤں گا۔“ جیدے فلاسفر نے بھی ہنستے ہوئے حساب برابر کیا۔

”اور ہری مرچ تمہارے کیا ارادے ہیں؟“ گو نگلو نے چکن رائس کی پہاڑی اپنے پلیٹ میں بناتے ہوئے سبز رنگ کے سوٹ میں چپ چپ سی شائستہ کو چھیڑا۔

”پتا نہیں۔“ اس نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

”اچھا۔۔۔!“ اس نے حیرت سے سنجیدہ سی شائستہ کو دیکھا۔ ”ویسے تم لوگوں نے غور نہیں کیا یہ اپنی شائستہ نے جب سے پارٹ ون میں ٹاپ کیا ہے تب سے یہ کچھ سنجیدہ اور سویرسی ہو گئی ہے اور اس نے اپنی زبان کا استعمال بھی خاصا کم کم کر دیا ہے۔“

”تمہیں آخر تکلیف کیا ہے؟“ شائستہ نے چچہ اٹھا کر پلیٹ میں پنچا اور خوشخوار آنکھوں سے عبد الرزاق یعنی گو نگلو کو دیکھا۔

”تم آخر پہلے کی طرح بولتی کیوں نہیں ہو۔۔۔؟“ وہ جھنجھلا کر بولا۔

”آخر تمہیں مسئلہ کیا ہے؟ میں بولوں یا نہ بولوں؟“ وہ زنج ہوئی۔

سب محبت کی علامات ہیں پہلے تو مجھے صرف شک تھا اور اب یقین ہو گیا ہے کہ تمہارے ساتھ کوئی واردات ہو گئی ہے۔“

گو نگلو کے سنجیدہ لہجے پر سب نے غور سے شائستہ کی طرف دیکھا جو اتنی ساری نظروں سے خائف ہو کر اب رشین سلادا اپنی پلیٹ میں ڈالنے لگی تھی۔

”عبد الرزاق! کیوں تم اس بے چاری کو تنگ کر رہے ہو۔“ شائستہ نے اس کی سائیڈ لی۔

”یہ بے چاری نہیں پوری کھتی ہے۔“ وہ نہ جانے کیوں جھنجھلا رہا تھا۔ شائستہ نے اس کے کوفت زدہ چہرے کو غور سے دیکھا وہ اس کی بے چینی کو سمجھنے سے قاصر تھی۔

نعیم نے بھی معنی خیز نظروں سے طوطی کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی بات کی۔

”اور تم سناؤ تمہارے مستقبل کے کیا ارادے ہیں؟“ نعیم کے ذمہ معنی لہجے پر عبد الرزاق بری طرح چونکا اور ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

”بڑے بھیا! واپس امریکہ جانے کے لیے پرتول رہے ہیں ان کی امریکن بیوی نے وہاں شور مچا رکھا ہے جبکہ اماں آج کل میری شادی کے لیے حد درجہ سنجیدہ ہیں، زور و شور سے لڑکی کی تلاش جاری ہے۔“

”اوہ!“ نعیم اور طوطی نے فکر مندی سے شائستہ کی طرف دیکھا جس کے حلق میں نوالہ پھنس گیا تھا اور وہ بری طرح کھانسی رہی تھی۔

”دھیان سے یار!“ شائستہ نے فوراً اس کی کمر کو سہلاتے ہوئے پانی کا گلاس بڑھایا، جسے گھونٹ گھونٹ پیتے ہوئے وہ خاصی سنبھل گئی تھی۔

عبد الرزاق نے بہت فکر مندی اور محویت سے اسے دیکھا جس کی ناک سرخ ہو رہی تھی۔ اور اب وہ خفت زدہ انداز سے پلیٹ کے اندر صرف چچہ ہا رہی تھی۔

”بھئی لڑکی تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے، بس دائیں بائیں سے کوئی بھی دیکھ لو۔“ جاوید فلاسفر کے حد



درجہ سنجیدہ انداز پر سب چونک گئے۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ عبد الرزاق نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”بھئی مطلب و مطلب کا تو مجھے پتا نہیں، بے شمار اچھی لڑکیاں ہیں، تم خود کسی ایک آدھ کانام لے کر اپنی اماں کا مسئلہ حل کر دو اور ان باقی لڑکیوں کی خلاصی کرو آؤ جو بے چاری روزانہ رنجیدگی سے کما تو وہ سر ہلا سہ رہی ہوں گی۔“ نعیم نے سنجیدگی سے کہا تو وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

”اور سب کان کھول کر سن لیں خبردار ہمارا ولیمہ اینڈ کے بغیر کسی نے یہ شہر چھوڑا، چاہے آندھی آئے یا طوفان، نعیم چوہدری کا ولیمہ کوئی بھی نہیں چھوڑے گا، دوسرے شہر کے لوگوں کو دس دس سوہن جلوے کے ڈبے فری بطور گفٹ ہوں گے۔“

”میرا خیال ہے کہ تمہارا اپنے ولیمہ پر اپنے ابا سے جوتے کھانے کا ارادہ ہے۔“ عبد الرزاق نے ہنستے ہوئے اس کے ابا جان کی کنجوسی کی طرف توجہ مبذول کروائی تو سب ہنس پڑے۔

کھانے کے بعد نعیم نے اپنی گاڑی میں طوبی، جاوید اور ساجد کو بٹھایا جبکہ عبد الرزاق کی گاڑی میں شگفتہ اور شائستہ تھیں۔

”رزاق بھائی پہلے شگفتہ کو ڈراپ کر دیجیے گا۔“ طوبی نے جاتے جاتے اسے چھیڑا تو وہ چونک اٹھا جبکہ شائستہ نے حیرانی سے دوسری گاڑی میں خوش و خرم بیٹھی طوبی کو دیکھا جو مسلسل مسکرا رہی تھی۔

”اس کو کیا ہوا؟ کون سا زعفران کا کھیت دیکھ لیا اس نے؟“ شائستہ نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر رزاق اور شگفتہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ جونہ جانے کس بحث میں الجھے ہوئے تھے۔

شگفتہ کا گھر آنے تک وہ دونوں کی بے معنی سی بحث کو خاموشی سے سنتی رہی حتیٰ کہ عبد الرزاق نے اسے بھی شامل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ دانستہ خاموش رہی۔ اسے نہ جانے کیوں آج کل کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا وہ خود بھی اپنی طبیعت کے اس رخ کو

مجھنے سے قاصر تھی اور بعض دفعہ تو وہ خود حد درجہ جھنجھلا جاتی۔۔۔

”بھئی کن سوچوں میں گم ہو، اگلی سیٹ پر آ جاؤ“ میں تمہارا ڈرائیور تھوڑی ہوں۔“ عبد الرزاق نے گاڑی ایک دم روک دی تھی۔ گاڑی رکی تو اس نے چونک کر دیکھا، شگفتہ نہ جانے کب اتر گئی تھی اور وہ اپنے خیالوں میں اس قدر گم تھی کہ اسے اس کے اترنے کی بھی خبر نہیں ہوئی۔

”ارے شگفتہ کہاں گئی؟“ اگلی سائیڈ کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے بوکھلاہٹ سے پوچھا۔

”ماشاء اللہ! عبد الرزاق نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”بھئی شائستہ بتول! آج تو فیصلہ ہو کر رہے گا کہ آخر تمہارے حواسوں کو ہوا کیا ہے؟ شگفتہ بی بی آپ کے سامنے اپنے گھر کے گیٹ پر اتریں بلکہ تمہیں بھی خدا حافظ کہا۔ اور تم پوچھ رہی ہو کہ آخر وہ گئی کہاں؟ تم یہ بتاؤ کہ تمہاری عقل کہاں گئی ہے؟“ وہ آج اس کی طبیعت درست کرنے کے موڈ میں تھا۔

”سوری مجھے پتا نہیں چلا۔“ اس کے خفت زدہ لہجے پر عبد الرزاق نے بے ہوش ہونے کی ایکٹنگ کی۔

”سوری! اور وہ بھی تمہارے منہ سے آدھ مائی گاؤ! تمہاری طبیعت ٹھیک ہے، عبد الرزاق کو سخت تعجب ہوا تھا۔

”تمہارے ساتھ آخر مسئلہ کیا ہے؟ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟ میں نے کیا لگاڑا ہے تمہارا؟“ وہ ایک دم جذباتی ہو کر پھٹ پڑی تھی اگلے ہی لمحے وہ دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے دھواں دھار رو رہی تھی۔

عبد الرزاق کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

”اوہ! بے وقوف لڑکی یہ کیا فضول حرکت ہے؟“ عبد الرزاق نے اسے کندھے سے پکڑ کر رخ اپنی طرف موڑا۔

”بلیوی شائستہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔“ وہ فوراً وضاحتیں دینے لگا، ”یقین کرو تم مجھے ہمیشہ لڑتی جھگڑتی اچھا نہیں لگتا تھا وہ خود بھی اپنی طبیعت کے اس رخ کو

اور خاموش سی شائستہ کو تو ہری مرچ کہنے کو بھی دل نہیں کرتا۔“ اس کی بے چارگی میں دی گئی وضاحت کو سن کر شائستہ کے چہرے پر ایک دم مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ رونا ختم کر چکی تھی۔ اور خفگی آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

”تم بھی تو اتنے اسماٹ ہو گئے ہو کہ گونگو کہنے کو بھی دل نہیں کرتا۔“

وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا اور پھر شرارت آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

”میری شادی کی خبر سن کر تمہارے گلے میں پھندا کیوں لگا تھا؟“

”کیا...؟ وہ بلند آواز میں چیخنی، ”منہ دھو کے رکھو اپنا، وہ تو میں نے چاول زیادہ منہ میں ڈال لیے تھے ورنہ مجھے کیا مسئلہ ہے؟“

”اچھا؟ تمہیں کوئی مسئلہ نہیں تھا تو پھر تم نے اپنے خفیہ نوٹس مجھے کیوں دیے؟“ اس نے جھنجھلاہٹ سے کہا۔

”اچھا؟ یہ بات ہے تو پھر ایگزام کے دوران ہماری کلاس فیلو عافیہ کی امی کا بھی تو انتقال ہوا تھا تم نے اسے کیوں نہیں دیے؟“

”وہ تو... وہ بری طرح گڑبڑا گئی۔

”ہاں نہ بتاؤ اب بولتی کیوں چپ ہو گئی۔“ وہ اسے زنج کر رہا تھا۔

”شٹ اپ، تم اس قابل نہیں تھے کہ تمہاری مدد کی جاتی خواہ مخواہ میری انسانی ہمدردی کو غلط رنگ دے رہے ہو تم تو ہمارے گروپ کے تھے اسی لیے میں نے تمہاری مدد کر دی اور تم خواہ مخواہ خوش فہمی میں مبتلا ہو رہے ہو۔“

وہ نظریں چرا کر وضاحتیں دیتی عبد الرزاق کو بہت پیاری لگی تھی۔

اس نے گہری آنکھوں سے اسے دیکھا اور معنی خیز لہجے میں کہا۔

”اب تو کچھ نہیں ہو سکتا، اسی خوش فہمی کے زیر اثر میں نے اپنی والدہ سے کہہ دیا تھا کہ ادھر ادھر لڑکیاں دیکھنا بند کریں۔ ایک ”ہری مرچ“ جیسی لڑکی مجھے پسند ہے بس اسے فاسٹل کریں لیکن خبردار شادی کے بعد میں نہیں اس منحوس ”ہرے رنگ“ کو ہرگز نہیں پہنے دوں گا۔“

”تو پھر میں بھی تمہیں ندیدے لوگوں کی طرح ٹھونس ٹھونس کر کھانے نہیں دوں گی۔“ وہ تیزی سے بولی اور عبد الرزاق کے بے ساختہ قہقہے پر اسے احساس ہوا کہ وہ کچھ غلط بول گئی ہے۔ تبھی خفت زدہ انداز سے انگلیاں مروڑنے لگی۔

”اس کا مطلب ہے کہ تمہیں یہ رشتہ منظور ہے؟“ وہ شوخ ہوا۔

”میں نے یہ کب کہا؟“ وہ بوکھلائی۔

”دیکھو مکرو نہیں، ورنہ میں اپنی والدہ کی پسند کی ہوئی لڑکی فاسٹل کر دوں گا۔“ اس نے انگلی اٹھا کر وارنگل دی۔

”اور میں تمہاری جان نکال دوں گی۔“ وہ بے ساختہ بولی تھی۔

عبد الرزاق کے بلند آواز میں لگائے قہقہے اور رشوق نظروں نے شائستہ کو بری طرح پزل کر دیا تھا، شرم اور حیا کے طے جلے رنگ اس کے چہرے پر پھیلے بہت خوب صورت لگ رہے تھے لیکن وہ مطمئن انداز سے سامنے موجود صاف اور روشن سڑک کو دیکھ رہی تھی اسے نہ جانے کیوں لگ رہا تھا کہ زندگی اس کے لیے بہت سے رنگ اور خوشیاں سمیٹے اس کی منتظر ہے۔

